لیاقت علی خان اور تحریک پاکستان

نصرت جبین

آپ یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام رستم علی خان تھا جو ضلع کرنال اور یو۔پی کے بڑے زمیندار تھے[۲]۔ دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں پہلے علی گڑھ اور پھر الہ آباد گئے جہاں سے ۱۹۱۸ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے ۱۹۱۹ء میں انگلستان چلے گئے۔ یہاں پہلے St.Catherine College, Oxford میں داخلہ لیا مگر پھر Exter college میں مائیگریشن کرا لیا۔ ۱۹۲۱ء میں انگلستان ہی میں اصول قانون (Jurisprudence) میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی اور وطن واپس لوٹے۔ یہاں مظفر نگر کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں اپنا وقت صرف کرنے لگے[۳]۔

سیاسی سمجھ بوجھ اور قومی خدمات کے پیش نظر یو۔پی کے دو اہم کانگریسی رہنما پنڈت گوبند ولبھ پنت اور مسٹر چنتامنی نے آپ پر دباؤ ڈالا کہ آپ انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو کر عملی سیاست میں حصہ لیں۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "مجھے کانگریس کے نظریات سے اتفاق نہیں"۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں یو۔پی کی صوبائی سیاست میں سرگرم حصہ لیا اور جلد ہی صف اول کے سیاسی رہنماؤں میں شمار ہونے لگے۔ ۱۹۲۶ء میں آپ مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے اور ۱۹۴۰ء تک ہر انتخاب میں کامیاب ہوتے رہے۔ یوں آپ کو یہ اعزاز چودہ برس تک حاصل رہا[۴]۔ آپ نے ۶ برس تک یو۔پی مجلس قانون ساز اسمبلی کے نائب صدر کے عہدے پر خدمات سرانجام دیں۔ مزید برآں آپ نے اس دوران یہاں (یو۔پی) میں ایک جمہوری پارٹی بھی تشکیل دی۔ جس کی قیادت آپ خود کرتے رہے[۵]۔ آپ نے بہت پرجوش، فصیح مگر سادہ اور سہل زبان میں تقریریں کر کے شہرت حاصل کر لی[۶] کیونکہ آپ نے قومی دلچسپی کے متعلق ہر معاملے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریریں اراکین مجلس کی اکثریت کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہیں۔ بالآخر آپ یہ مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ جب قائداعظم نے مسلم لیگ میں نئی روح پھونکی اور مئی ۱۹۲۴ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں آپ نے شرکت کی[۷]۔ سائمن کمیشن

کے بائیکاٹ کے مسئلے پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تو لیاقت علی خان نے قائد اعظم کا ساتھ دیا اور جناح مسلم لیگ کی حمایت کی۔ ۱۹۲۸ء میں موتی لعل نہرو نے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کی تمام توقعات پر پانی پھیر دیا۔ ایسے میں مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لئے ایک وفد انڈین نیشنل کنونشن کے کلکتہ اجلاس میں شریک ہو۔ لیاقت علی خان بھی اس مسلم لیگی وفد کے رکن تھے۔ مگر کنونشن پر ہندو مہاسبھا کا غلبہ تھا۔ اس لئے یہ وفد مکمل طور پر ناکام لوٹا۔ گول میز کانفرنسوں کی ناکامی کی وجہ سے قائد اعظم دل برداشتہ ہو کر لندن میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔

اوائل مارچ ۱۹۳۳ء کے ایک اجلاس میں یہ کوشش کی گئی کہ مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کے ادغام کے ذریعے مسلم لیگ کو فعال جماعت بنایا جائے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء کو دوبارہ مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا[۸]۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد کی رو سے قائد اعظم سے درخواست کی گئی کہ وہ اس نازک دور میں مسلمانان ہند کی قیادت کریں[۹] اور مسلم لیگ کی تنظیم کا کام شروع کریں۔ ۲۶ اپریل ۱۹۳۴ء کو مسلم لیگ کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس میں سر محمد یعقوب کی بجائے لیاقت علی خان کو مسلم لیگ کا اعزازی سیکریٹری منتخب کیا گیا اور وہ اس عہدے پر جولائی ۱۹۳۶ء سے اوائل ۱۹۳۸ء کے مختصر سے عرصے کو چھوڑ کر قیام پاکستان تک فائز رہے[۱۰]۔

جنوری ۱۹۳۶ء[۱۱] میں وہ مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ سے مستعفی ہو کر انگلستان چلے گئے کیونکہ ان کا چوہدری خلیق الزماں اور بورڈ کے دوسرے صوبائی اراکین سے اس بناء پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ یونٹی بورڈ[۱۲] کے ساتھ سمجھوتے کے باعث مسلم لیگ میں آصف علی جیسے نیشنلسٹ مسلمان اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے کانگریسی علماء بھی داخل ہو گئے تھے۔ اس سے لیاقت علی کے نزدیک مسلم لیگ کا جداگانہ تشخص مجروح ہو رہا تھا۔ ۱۹۳۷ء کے اوائل میں لیاقت علی خان نے نواب چھتاری (Chhattari) کی نیشنل ایگریکلچرسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ تاہم ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں اس پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب نہیں لڑا[۱۳]۔ اور جب انتخابات کے بعد کانگریس نے نواب چھتاری کو یو۔ پی میں وزارت تشکیل دینے کی دعوت دی تو لیاقت علی نے ان کی کابینہ میں شامل ہونا قبول نہ کیا۔ اسی سال بعد ازاں جب پنڈت پنت (Pint) نے اپنی کانگریسی کابینہ میں شامل ہونے کی پیشکش کی تو لیاقت علی خان نے اسے مسترد کر دیا[۱۴]۔ ایگریکلچرسٹ پارٹی میں شمولیت کے دوران ہی نہ صرف لیاقت علی خان بلکہ اس جماعت کے دوسرے اراکین بھی صوبائی مجلس میں مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کرتے رہے جس کا اعتراف خلیق الزماں نے بھی کیا۔ ۱۹۳۸ء میں لیاقت علی خان دوبارہ مسلم لیگ کے اعزازی سیکریٹری منتخب ہو گئے۔ اسی اثناء میں برصغیر کے

بیشتر صوبوں میں کانگریسی وزارتیں قائم ہو چکی تھیں اور کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد کی کوششوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید اور جمعیت العلماء کے دوسرے نیشنلسٹ علماء مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ سے قطع تعلق کر کے کانگریس سے اتحاد کر چکے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اقلیت میں ہونے کے سبب مسلمان کانگریس سے وابستہ ہوئے بغیر وزارتیں اور دوسرے عہدے حاصل نہیں کر سکتے۔ ادھر صوبائی سطح پر کانگریسی حکومتوں نے مسلمانوں کے خلاف انتہائی جارحانہ روش اختیار کر لی تھی۔ یہ صورت حال مسلم لیگ کے لئے ایک چیلنج بن رہی تھی۔ چونکہ یہ ابھی پوری طرح ملک گیر سطح پر منظم نہیں ہوئی تھی۔ یوں یہ صورتحال مسلم لیگ کے لئے تباہ کن ہو سکتی تھی۔ لیکن قائداعظم کی بے مثل قیادت اور لیاقت علی خان کی ان تھک کوششوں سے یہ جماعت صرف سال بھر کے عرصے میں برصغیر کے چپے چپے میں پھیل گئی۔ مسلم لیگ کی بہت سی شاخیں برصغیر میں ابھر آئیں اور جب ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا تو مسلم لیگ ایک نہایت منظم اور طاقتور سیاسی جماعت کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء کے اواخر میں کانگریس کی صوبائی وزارتیں مستعفی ہوئیں تو قائداعظم نے یوم نجات منانے کا اعلان کیا۔ پورے برصغیر کی مسلم عوام نے اس اعلان کے مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء بروز جمعہ کو کانگریس وزارتوں کے مظالم سے نجات ملنے پر زبردست قسم کے مظاہرے کئے جس سے انگریزوں پر یہ واضح ہو گیا کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے[۱۵]۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں ایک تاریخی اجلاس ہوا جس میں ایک یادگار قرارداد منظور ہوئی کہ برصغیر میں مسلم اکثریت والے علاقوں پر ایک آزاد ریاست قائم کی جائے۔ یہی قرارداد بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم رہنماؤں نے بہتر نتائج کی خاطر برصغیر کے دورے کئے۔ ان میں لیاقت علی خان نے پورے برصغیر کے دورے کئے اور اپنا پیغام پہنچایا۔ اسی سلسلہ میں جولائی ۱۹۴۰ء میں بلوچستان کی مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ مسلم لیگ کا دوقومی نظریے پر مبنی منصوبہ صاف ستھرا ہے۔ بلکہ ہندوستان کے روشن مستقبل کی ضمانت بھی بن سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ایک کل ہند وفاق قائم ہو گیا تو پورے برصغیر میں مسلمان ہندوؤں کے غلام بن کر رہ جائیں گے اور ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی[۱۶]۔

لیاقت علی خان کا شمار قائداعظم کے بعد مسلمانوں کے اہم ترین رہنماؤں میں ہونے لگا۔ ۱۹۴۰ء میں آپ ہندوستان کی مرکزی قانون ساز اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہو گئے۔ اس وقت تک مسلم لیگ کے اراکین اسمبلی ایک آزاد حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔ لیکن بدلتے حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اسمبلی میں ایک علیحدہ پارٹی

کے قیام کا فیصلہ کیا۔ جسے قائداعظم نے ۱۹۲۴ء میں منظم کیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح اس کے لیڈر اور لیاقت علی خان ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے[17] یہ حقیقت ہے کہ قائداعظم سیاسی اور آئینی معاملات میں اتنے منہمک ہو گئے کہ اسمبلی میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا زیادہ تر بوجھ لیاقت علی کے کندھوں پر آن پڑا۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء کے درمیان لیاقت علی خان نے مسلم لیگ کو مستحکم کرنے میں سرگرم حصہ لیا۔ اگست ۱۹۴۲ء میں کانگریس نے کرپس تجاویز نہ مانیں اور حکومت کے خلاف ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کا آغاز کیا۔ مسلم لیگ نے عام مسلمانوں کو اس تحریک سے لاتعلق رہنے کی ہدایت کی۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں کانگریس اقتدار پر قابض نہ ہو جائے اور مسلمان ایک بار پھر اب ہندوؤں کے غلام بن جائیں اور ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جس کا مقصد مسلمانوں کو منظم کرنا تھا۔ اس کمیٹی کے ایک سرگرم رکن لیاقت علی خان تھے اور یہ کمیٹی ''سول ڈیفنس کمیٹی''[18] تھی۔ اپریل ۱۹۴۳ء تک اس کمیٹی کے ارکان نے چودہ ہزار میل کا سفر کیا اور ہر صوبے کے مسلمانوں کو پوری طرح منظم کیا۔ اس کمیٹی نے جلد ہی مسلمانوں کو منظم کیا اور ان میں سیاسی شعور پیدا کیا[19]۔ اب مسلم لیگ ایک منظم جماعت بن چکی تھی جو پہلے کبھی انڈیا کی تاریخ میں یہ مقام حاصل نہ کر سکی تھی۔ ۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کو مسلم لیگ کے اجلاس کراچی میں قائداعظم نے لیاقت علی کو اپنا دست راست قرار دیتے ہوئے فرمایا

> ''لیاقت علی خان نے نہایت تن دہی کے ساتھ شب و روز کام کیا ہے اور عام آدمی کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ انہوں نے اپنے شانوں پر کتنا بار اٹھا رکھا ہے۔ وہ کہلاتے تو نوابزادہ ہیں۔ لیکن فکر و عمل کے لحاظ سے بالکل عوامی کردار رکھتے ہیں۔ ملک کے دوسرے نوابوں اور نواب زادوں کو چاہیے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلیں''۔

اس اجلاس میں لیاقت علی کو مجلس عمل کا رکن منتخب کیا گیا۔ جسے ''سول ڈیفنس کمیٹی'' کی جگہ لینی تھی[20]۔

۱۹۴۵ء کے آغاز میں اخبارات میں لیاقت ڈیسائی فارمولا کا بہت چرچا رہا۔ اس سلسلے میں لیاقت علی پر الزام تراشی بھی کی گئی[21]۔ ڈیسائی نے ۲۰ جنوری ۱۹۴۵ء کو وائسرائے سے ملاقات کی جس میں کل جماعتی عبوری حکومت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ مزید یہ کہ وائسرائے نے وزیر ہند کو بھی اس سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ ڈیسائی فارمولا سیاسی پیش رفت میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ بہر حال ڈیسائی فارمولا اپنی موت آپ مر گیا۔ مئی ۱۹۴۵ء میں وائسرائے لارڈ ویول لندن گئے اور واپس آ کر ۲۵ جون کو شملہ میں اہم سیاسی رہنماؤں کا ایک اجلاس طلب کیا۔ جس

ئیں لیاقت علی خان مسلم لیگ کی طرف سے شامل ہوئے۔ یہ مذاکرات پھر کانگریس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ناکام ہو گئے[۲۲]۔ وائسرائے نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ انتخابی مہم کا آغاز ہوا تو مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے لیاقت علی خان نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے سارے برصغیر کا دورہ کیا۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو حالات وواقعات سے آگاہ کرنا تھا۔ لیاقت علی خان نے آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپنے سکولوں اور کالجوں سے باہر آ جائیں اور قوم کی مدد کریں۔ بالآخر انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ کو فتح نصیب ہوئی۔ بعض انتخابی حلقوں میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی ضمانتیں تک ضبط ہو گئیں[۲۳]۔ یوں مسلم لیگ کا یہ دعویٰ صحیح ثابت ہوا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۱۹۴۶ء میں حکومت برطانیہ کا سہ رکنی وزارتی وفد ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا حل تلاش کرنے آیا تو اس کے ساتھ گفت وشنید میں مسلم لیگ کے ایک نمائندے کی حیثیت سے لیاقت علی خان نے بھی حصہ لیا۔ یہ مشن بھی کانگریسی لیڈروں کی ہٹ دھرمی کی بھینٹ چڑھ گیا[۲۴]۔ دوسری طرف مسلمانوں نے بھی اپنی بات اور حق منوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اس سلسلہ میں ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو یوم راست اقدام منانے کا فیصلہ کیا۔ یہ قرارداد ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو بمبئی کی مسلم لیگ کونسل نے منظور کی اور اپیل کی کہ تمام خطاب یافتہ مسلمان احتجاجاً اپنے خطابات سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر نواب زادہ لیاقت علی خان نے اعلان کیا کہ آئندہ ان کے نام کے ساتھ ''نواب زادہ'' استعمال نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ بھی حکومت برطانیہ کو بتایا کہ مسلم لیگ کی غیر موجودگی (حکومت میں شامل نہ کرنے) کی وجہ سے برصغیر میں سیاسی امن کی تباہی ہو سکتی ہے۔ تاہم کانگریسی حکومت اور مسلم لیگ کے درمیان کشیدگی و اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کانگریس نے دسمبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت بنائی۔ مگر جلد ہی حکومت برطانیہ نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے چھ ہفتے کے مختصر عرصے کے بعد وائسرائے ہند کو لکھا مسلم لیگ کو بھی عبوری حکومت میں شرکت پر آمادہ کیا جائے تاکہ ماضی میں ان سے کی جانے والی زیادتیوں کا مداوا اور ازالہ کیا جا سکے۔ اس پر کانگریس نے خوب واویلا مچایا مگر سب کچھ بے سود تھا۔ یوں ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ بھی عبوری حکومت میں شامل ہو گئی۔ یوں پانچ مسلم لیگی اراکین مرکزی حکومت میں شامل ہوئے۔ جن کے حصے میں پانچ اہم مرکزی حصے آئے۔ جن میں سب سے اہم محکمہ خزانہ تھا جو لیاقت علی کے سپرد رہا۔ جس پر کانگریس کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مسلم لیگ اقتصادی مسائل سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گی۔ لیاقت علی نے اپنے عبوری حکومت کے دور میں کانگریسی اراکین کی

ہر اس کوشش کو ناکام و نامراد کیا جو انہوں نے اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے کی۔ انگریز حکومت اور کانگریسی لیڈروں (اراکین) کی مشترکہ خواہش تھی کہ عبوری حکومت ایک کابینہ کی طرح کام کرے۔ جس کے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو بنیں۔ لیاقت علی خان نے اس کی مخالفت کی اور واضح کیا کہ کانگریس اور مسلم لیگ دو الگ بلاک ہیں جن کا اپنا ایک علیحدہ لیڈر رہو۔ جو اپنے فرائض منصبی ادا کرے۔ مسلم لیگ سوائے اپنے لیڈر کے کسی کو نامزد نہیں کرتی۔

۲۰ نومبر ۱۹۴۶ء کو وائسرائے نے اسمبلی کی نامزدگی کے لئے ایک دعوت نامہ دیا جس میں مردم شماری اور صوبائی گروہوں کی تشکیل کے مسائل پر لیاقت علی خان نے قائداعظم کے خیالات کا بھرپور اعادہ کیا۔ مزید وائسرائے نے اسمبلی کو یہ بھی بتایا کہ اگر مسلم لیگ کا موقف قبول نہ کیا گیا تو کانگریس کے گذشتہ سلوک کی وجہ سے ملک بھر میں خانہ جنگی کی کیفیت ہو جائے گی۔ حکومت برطانیہ نے ہند میں امن کی خاطر دونوں پارٹیوں کے نمائندوں کو برطانیہ بلایا۔ مگر دونوں فریقوں میں کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ بالآخر حکومت برطانیہ نے ۶ دسمبر ۱۹۴۶ء کو ایک اعلان کیا جس کے مطابق کانگریس کو من مانی کاروائیوں سے روکا گیا تھا مگر کانگریسی لیڈروں کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا اور وہ واپس ہند آ گئے۔ جبکہ لیاقت علی خان اور قائداعظم نے برطانیہ میں مقیم رہ کر جلسوں اور کانفرسوں میں اپنے موقف کا خوب پرچار کیا۔ کانگریس نے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈال کر اختیارات حاصل کرنے کی غرض سے دستور ساز اسمبلی کے اجلاس جاری رکھے۔ اس سلسلے میں ایک اجلاس ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو ہوا۔ جس میں مسلم لیگی اراکین نے شرکت نہ کی[۲۵]۔ اب کانگریس نے اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کرنا شروع کر دیں کہ یا تو دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں مسلم لیگ کو شرکت پر مجبور کرے یا پھر انہیں مستعفی ہونے کو کہے۔ بہر حال لیاقت علی خان نے قائداعظم کی بصیرت افروز رہنمائی میں اپنی مدبرانہ صلاحیتوں کا ثبوت دیا اور دستور ساز اسمبلی میں مسلم لیگ کی شرکت سے انکار کر دیا اور پنڈت نہرو کو عبوری حکومت کا سربراہ تسلیم نہ کیا۔

لیاقت علی خان نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو محکمہ خزانہ کا قلمدان سنبھالا۔ آپ نے نہایت خود اعتمادی سے تمام تر ذمہ داریاں نبھائیں اور کانگریس کے ساتھ سیاسی جنگ میں بڑی کامیابی حاصل کرتے ہوئے ان کی تمام کوششیں ناکام کیں۔ لہذا ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء کو کانگریسی اراکین نے وائسرائے ہند سے مطالبہ کیا کہ وہ یا تو دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں مسلم لیگ کو شرکت پر مجبور کرے یا پھر انہیں استعفٰی پر مجبور کرے۔ مزید لیگ پر یہ الزام لگایا کہ کیبنٹ مشن کی ناکامی کا سبب ان کی راست اقدام یوم کی پالیسی تھی[۲۶]۔

۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو آپ نے مرکزی اسمبلی کا نئے سال کا بجٹ پیش کیا۔ یہ پہلے غیر برطانوی وزیر خزانہ کا بجٹ تھا جسے پہلا قومی بجٹ اور غریب آدمی کا بجٹ کہہ کر پکارا گیا۔ اگرچہ پہلے کانگریس کے کابینہ کے اراکین نے بجٹ کو منظور کر دیا تھا۔ مگر جب کانگریسی اور ان کے ہندو سرمایہ دار جن پر ٹیکس لگایا گیا تھا ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جسے ختم کرنے کے لئے کانگریس نے اس بجٹ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ اس بجٹ میں ہندو سرمایہ داروں کے اثاثوں کو ظاہر کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کی بھی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں وزیر داخلہ سردار پٹیل نے باقاعدہ طور پر بجٹ واپس لینے کا مطالبہ شروع کر دیا[۲۷]۔ یہ کشیدگی ابھی جاری تھی کہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو لارڈ ویول کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند بن کر آیا۔ جس نے دونوں کو ایک فارمولے پر رضامند کرالیا۔ لیاقت علی نے اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیئے اور یوں ہر معاملے پر کنٹرول قائم کر لیا۔ اس پر کانگریس لیڈر جنہوں نے یہ محکمہ مسلم لیگ کو سپرد کرنے کا مشورہ دیا تھا اب بہت نادم تھے۔ ان میں ایک سردار پٹیل تھا جو باوجود وزیر داخلہ کے اپنی مرضی سے ایک چپڑاسی بھی بھرتی نہ کر سکتا تھا۔ یوں لیاقت علی تمام کانگریسی اراکین کے لئے دردسر بنے ہوئے تھے۔ بالآخر تمام کانگریسی لیڈروں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ اب ان سے جان چھڑائی جائے۔ سردار پٹیل نے کہا کہ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان بننے دیا جائے۔ جس پر تمام کانگریسی لیڈروں نے اتفاق کیا۔ کانگریس کی مجلس عامہ نے بھی اس کے حق میں قرارداد پاس کی[۲۸]۔ بالآخر تقسیم برصغیر کا منصوبہ تیار کیا جانے لگا مگر مسلح افواج جیسے اہم امور کی طرف کوئی بھی توجہ نہ دے رہا تھا۔ لیاقت علی اس کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ اس کے بغیر پاکستان کا قیام بے معنی ہوگا۔ لہٰذا وائسرائے ہند کو ایک مراسلہ لکھا اور تقسیم کا منصوبہ اور طریقہ کار وضع کرنے کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی۔ اس پر ۸ اپریل ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے اس کے متعلق سٹاف میٹنگ کی اور لیاقت علی کو جواب لکھا کہ برصغیر سے انگریزوں کے انخلاء سے قبل مسلح افواج کو منقسم نہیں کیا جاسکتا جو لیاقت علی خان کے سوال کا جواب نہ تھا۔ لہٰذا ایک اور یادداشت روانہ کی جس کا عنوان ہندوستانی افواج کی تقسیم کے منصوبے کی تیاری تھا[۲۹]۔ لیاقت علی کی اس تجویز کی کمانڈر انچیف سر کلاڈ آکنلیک اور ممبر برائے امور دفاع سردار بلدیو سنگھ نے مخالفت کی۔ لیاقت علی نے ڈیفنس کمیٹی میں بھی یہی سوال اٹھایا مگر ہندو اور انگریزوں کی ملی بھگت کی وجہ سے یہ اہم کام وقت پر سرانجام نہ ہو سکا۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہاں تک کہہ دیا کہ جلد بازی کی گئی تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے اور ایسی صورتحال پیدا کر دیں گے کہ مسلح افواج غیر منظم اور ناقابل اعتماد رہ جائے گی[۳۰]۔ ان کی انہی غیر سیاسی بصیرت کی وجہ سے لاکھوں کی

تعداد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور اتنے ہی لوگ بے گھر ہوئے۔

وائسرائے کی طرف سے ۲ مئی ۱۹۴۷ء کو تقسیم کا منصوبہ بنانے کے لئے جو کانفرنس بلائی گئی ان میں آپ بھی تھے۔ آپ کی شمولیت کانگریسی لیڈر نہرو کو ناپسند تھی۔ لہذا یہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا اور ۳ جون کو اس کی مرضی کا منصوبہ تیار کیا گیا جس کے مطابق ۱۵ اگست کو حکومت برطانیہ اختیارات حکومت ہندوستان اور پاکستان کے حوالے کر دے گی۔

اب قائداعظم اور لیاقت علی کے سامنے پاکستان کو چلانے اور اس کے حقوق کے حاصل کرنے کا اہم کام درپیش تھا۔ لیاقت علی کے کندھوں پر پاکستان کے وزیراعظم کے کی ذمہ داریاں آن پڑیں۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم اور لیاقت علی خان کو سخت اور ان تھک محنت کرنا پڑی۔ سکھ قیام پاکستان کے اعلان کے بعد پنجاب کے علاقے میں خالصہ ریاست بنانے کے لئے سکھ لیڈروں نے سکھوں کو ابھارنا شروع کر دیا۔ اگرچہ لیاقت علی خان نے وائسرائے ہند کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کرانے کی کوششیں کیں اور انہیں گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا جو مسترد کر دیا گیا۔ دوسری طرف مسلح افواج کی بروقت تقسیم نہ کی گئی جس کی وجہ سے لاتعداد مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کی وحشت اور بربریت کا نشانہ بنے[۳۱]۔

قیام پاکستان کے بعد ایک خدشہ یہ بھی پیدا ہو گیا کہ ہندوستان کسی بھی لمحے پاکستان پر حملہ کر سکتا ہے۔ ان حالات میں قائداعظم نے لیاقت علی خان کو پنجاب بھیجا اور کہا کہ ایسے حالات میں کراچی کی نسبت لاہور سے پاکستان کا دفاع کیا جائے گا۔ لیاقت علی باوجود علیل ہونے کے لاہور پہنچے اور مسلمانوں کو تسلی دی اور بھارت کے ساتھ پاکستانی سرحد پر دورے کئے۔ مزید ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت نہرو کی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کرائی، یوں یہ خطرات دور کئے۔ قائداعظم کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے تمام تر ملکی ذمہ داریاں لیاقت علی کے کندھوں پر آن پڑیں۔ جنہوں نے اپنی بصیرت اور ہمت سے اس نوزائیدہ حکومت کے انتظام و انصرام کو بخوبی احسن چلایا۔ اس دوران قائداعظم محمد علی جناح ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وفات پا گئے۔ یوں اب تمام تر بوجھ آپ کے کندھوں پر آن پڑا۔ اسی دوران پاکستان کو ایک اور صدمہ ریاست حیدرآباد اور کشمیر پر بھارت کا زبردستی قبضے کا اٹھانا پڑا۔ اب لیاقت علی کو تمام انتظامات اکیلے سنبھالنا پڑے۔ ایک طرف لیاقت علی کو بیرونی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ تو دوسری طرف اندرونی مسائل مسلسل پریشانی میں اضافہ کر رہے تھے۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ ملک کے لئے ایک نیا دستور تھا۔ لہذا اس کے حل کے لئے دستور ساز اسمبلی بنائی گئی تاکہ اس اہم کام کو بخوبی احسن نبھایا جا سکے مگر ابھی ایک اور مسئلہ درپیش تھا۔ کہ صوبائی

خلفشار اپنے عروج پر تھا اور سیاستدانوں میں اختلافات رونما ہونے لگے۔ ان کو روکنے اور امن سے رہنے کے لئے لیاقت علی نے کئی بار صوبوں کے دورے کئے اور آپس میں اتحاد و تعاون قائم رکھنے کی مکمل کوششیں کیں لہٰذا اس خلفشار کو ختم کرنے کے لئے جنوری ۱۹۴۹ء میں ایک قانون پروڈا پاس کیا[۳۲]۔

لیاقت علی اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد و تعاون کی فضاء قائم کرنے کے خواہاں ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مسلم ممالک سے بھی تعلقات استوار کرنے کے خواہاں تھے۔ لہٰذا پاکستان کی خارجہ پالیسی میں اسے مدنظر رکھا گیا۔ اس سلسلے میں مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کے دورے کئے۔ اور تعلقات استوار کئے۔ البتہ مغربی ممالک کو کمیونسٹ ممالک پر ترجیح دی۔ افغانستان نے ہندوستان کے ایماء پر پاکستان کے مسائل میں اضافہ کیا۔ اس خدشہ کے پیش نظر لیاقت علی نے صوبہ سرحد کے دورے کئے اور اس خدشہ کو دور کیا۔ مزید افغانستان کو تنبیہہ کی کہ وہ یہ رویہ بدل لے ورنہ تعلقات منقطع کر دئے جائیں گے۔

دفاعی اہمیت کے پیش نظر قیام پاکستان سے قبل فوج کی تقسیم پر توجہ دلائی جو انگریزوں کی سرد مہری کی وجہ سے التواء میں پڑا رہا[۳۳]۔ قیام پاکستان کے بعد لیاقت علی خان نے بری، بحری اور ہوائی فوج کی ترقی کی طرف توجہ دی۔ پاکستان کی اتنے کم عرصے میں زیادہ دفاعی صلاحیتوں کے حصول کی تعریف شہنشاہ ایران نے اپنے دورہ پاکستان کے دوران کی۔

ریاست کشمیر جو پاکستان کے حصے میں آنی تھی مگر انگریزوں کی ملی بھگت کی وجہ سے ہندوستان کے حوالے کر دی گئی۔ قائداعظم محمد علی اور لیاقت علی کو ریاست کشمیر کے نہتے مسلمانوں کی بہت فکر تھی۔ آپ کشمیری مسلمانوں کی قتل و غارت بند کروانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے ہندوستان کے وزیراعظم جواہر لعل نہرو کو کئی مراسلے لکھے اور مسلم ممالک کی توجہ اور حمایت حاصل کی۔ یہی نہیں بلکہ غیر مسلم ممالک کی بھی توجہ دلانے کی کوششیں کیں اور اس مسئلے کے حل کے اپیل کی۔ آپ کی جلائی ہوئی شمع جل رہی ہے اور پاکستان اب بھی کشمیری مسلمانوں کے آزادانہ رائے شماری کے حق کے لئے لڑ رہا ہے۔

لیاقت علی نے قیام پاکستان کے بعد اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان سے اچھے تعلقات استوار کرنے کی کوششیں کیں تاکہ پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ قیام پاکستان پر لاکھوں لوگوں کا قتل عام اور بربریت کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہندوستان نے قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے جارحانہ اقدامات روا رکھے۔ یہاں تک کہ

ہندوستانی فوجیں بھی پاکستانی سرحد پر متعین کر دیں جن سے حالات کشیدہ ہونے لگے۔ لیاقت علی خان نے ہندوستانی وزیراعظم نہرو کی توجہ اس طرف دلانے اور جنگ کو ٹالنے کی کوششیں کیں اس سلسلے میں خود ہندوستان کے دورے پر گئے اور ہندوستانی وزیراعظم سے گفت وشنید کی اور انہیں بھی پاکستان کے دورے کی دعوت دی مگر ہندوستان اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا اور ایک بار پھر پاکستانی سرحد کی طرف اپنی فوجیں بڑھا دیں۔ لیاقت علی خان نے ملک بھر کے دورے کئے[۳۴]۔ جولائی ۱۹۵۱ء میں ایک پر جوش تقریر کے دوران اپنا فولادی مکہ ہوا میں لہراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ ۱۶ مئی ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی کے کمپنی باغ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہیں گولی کا نشانہ بنایا گیا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حوالہ جات

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۶ ستمبر ۱۹۴۳ء کو مسلم لیگ کونسل کے خطاب کے دوران لیاقت علی کو یہ خطاب دیا۔ بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۵ء، دانش گاہ پنجاب، جلد ۱۸، ص ۱۶۴۔

۲۔ محمد رفیق افضل، speaches and statements of Quaid-I-millat liaqat Ali Khan, 1941-51,1976,p.iii

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ بحوالہ سابقہ، ۱۶۵

۴۔ محمد رفیق افضل۔ بحوالہ سابقہ ص ۷، ۱۷

۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بحوالہ سابقہ

۶۔ محمد رفیق افضل۔ بحوالہ سابقہ

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً

۹۔ Indian annual Register، ۱۹۳۵ء، جلد اول، ص ۴۱۲

۱۰۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۷

۱۱۔ محمد رفیق افضل، بحوالہ سابقہ

۱۲۔ سید حسن ریاض۔ پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، ۱۹۴۱ء، ۱۷۸۔۱۸۱

۱۳۔ ایم۔اے۔ایچ۔اصفہانی۔ Quaid-i-Azam as I knew him، ۱۹۶۷ء،۲۸۱

۱۴۔ روزنامہ انقلاب، ۱۴فروری، ۱۹۳۷ء

۱۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔بحوالہ سابقہ

۱۶۔ ایضاً۔

۱۷۔ محمد رفیق افضل،بحوالہ سابقہ،VIII

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ The Indian annual Register ۱۹۴۳ء ،جلد اول،۲۷۸

۲۰۔ محمد رفیق افضل،بحوالہ سابقہ

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ،بحوالہ سابقہ،۱۶۹

۲۳۔ محمد رفیق افضل،بحوالہ سابقہ،

۲۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔بحوالہ سابقہ، ۱۷۰

۲۵۔ محمد رفیق افضل،بحوالہ سابقہ ،XIII

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ مولانا ابوالکلام آزاد،India Wins Freedom،کلکتہ،۱۹۶۴ء،۱۸۳

۲۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ،بحوالہ سابقہ،۱۷۲

۲۹۔ چوہدری محمد علی،The Emergence of Pakistan،کولبیا یونیورسٹی پریس،۱۹۶۷ء
۱۳۲۔

۳۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔بحوالہ سابقہ،۱۷۳

۳۱۔ ایضاً، ۱۷۴

۳۲۔ ایضاً۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ محمد رفیق افضل۔بحوالہ سابقہ، XXIV,XXVII،۵۵۰،۵۵۹،۶۱۹،۶۳۹

NEW PUBLICATIONS OF NIHCR

Uchchh: History and Architecture

(2nd Revised Edition)

Ahmad Nabi Khan

Among the several ancient cities of the Pakistan Uchchh stands out more prominently whose birth, adolescence and climax is identified with local cultural traditions of the region. The present monograph attempts at covering these aspects in details, based on original or authoritative sources. The description of architectural monuments accompanies monochrome and polychrome photographic plates as well as line-drawings of plans, elevations and sections of more prominent undertakings.

ترک اسلامی ریاستوں کی مختصر تاریخ

تاریخ زندہ قوموں کا حافظہ ہوتی ہے جس سے وہ ماضی سے سبق حاصل کر کے اپنے حال و مستقبل کو سنوارتی ہیں۔تاریخ انہیں خود آگہی عطا کر کے حیات لازوال سے ہم آغوش کرتی ہے۔یہی محرکات تھے جن کے تحت ''اتاترک سپریم کونسل برائے ثقافت، زبان، تاریخ'' اور اسلامک کانفرنس کی تنظیم کے ''مرکز تحقیق برائے اسلامی تاریخ، فن وثقافت'' انقرہ، نے *A Short History of Turkish Islamic States* لکھوانے کا منصوبہ بنایا جس میں اسلام سے پہلے کے ادوار سے لے کر موجودہ دور تک ترکوں کے زیرنگرانی قائم ہونے والی مختلف ریاستوں کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا اور اس ضمن میں عالمی استعمار کی ریشہ دوانیوں پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔کتاب ہذا کا اردو ترجمہ تاریخ کے معروف اسکالر پروفیسر منور علی خان نے انجام دیا ہے۔

نوائے وقت اور تحریک پاکستان

منتخب مضامین: ۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء

مرتبہ عذرا وقار

روزنامہ نوائے وقت نے تحریک پاکستان کو فروغ دینے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء کے دوران قیام پاکستان کے حوالے سے مختلف موضوعات پر بحث ومباحثہ ہوا جو کہ مختلف مضامین کی شکل میں روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوئے۔اس سے تحریک پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کرنے میں بہت مدد ملی۔ان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مضامین کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے تاکہ قارئین اس سے مستفید ہوسکیں۔